قرآن اور عملی زندگی

قرآنی نظام مسئولیت واحتساب

گل قدیم جان اسسٹنٹ پروفیسر ویشم کالج گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان
ڈاکٹر اظہار الحق اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان

قرآن کریم اپنا ایک مؤثر نظام مسئولیت واحتساب رکھتا ہے، جس کی رو سے انسان شتر بے مہار نہیں بلکہ اپنے اعمال وافعال کا جوابدہ ہے اسے یہ بات بتلا دی گئی کہ اس سے اس کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

وَلَتسئلنّ عما کنتم تعلمون ۔ ۱

''اور تم سے پوچھ ہوگی جو کام تم کرتے ہو''

انَّ السمع والبصر والفؤد کُل اولٓئک کان عنه مسئولاً ۔ ۲

''بے شک کان، آنکھ اور دل ان سب کی پوچھ ہوگی''۔

جب یہ قرآنی نظام مسئولیت واحتساب کا تصور انسانوں کے ذہنوں اور قلوب میں تازہ اور جاگزیں ہو تو حکمران یہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کہ رعایا کے حقوق غصب کریں یا محدود یا معطل کردیں چاہے ان کے اقتدار کو کس قدر خطرہ کیوں نہ ہو مسئولیت اور احتساب کے تصور کی وجہ سے حکمران اقتدار کی قربانی اور جان کا نذرانہ تو پیش کرسکتا ہے لیکن حقوق کی پامالی کی جرأت نہیں کرسکتا بلکہ حکمران رعایا کے حقوق کا پاسبان اور محافظ بن جاتا ہے، کیونکہ اختیارات حکمرانی اس کے پاس مقتدر اعلیٰ کی مقدس امانت ہوتی ہے جس کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا اور اس کا محاسبہ ہوگا، جس طرح حکمران رعایا کے حقوق غصب نہیں کرسکتا اس طرح معاشرے کے دیگر افراد بھی ایک دوسرے کے حقوق پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے ہیں، اور اگر کوئی دوسرے کے حقوق کی پامالی پر کمربستہ ہوجاتا ہے، تو قرآنی نظام مسئولیت واحتساب کی بناء پر گرفت سے نہیں بچ سکتا۔ قرآنی نظام مسئولیت واحتساب کو

جاننے کے لیے ہم اس پر سلسلہ وار روشنی ڈالتے ہیں۔

مسئولیت واحتساب بذریعہ عوام

قرآن پاک میں واضح طور پر یہ ہدایت دی گئی ہے انصاف قائم کرنا اس پر قائم رہنا صرف حکومت وعدالت کا فریضہ نہیں ہے بلکہ ہر انسان اس کا مکلف ومخاطب ہے کہ وہ خود انصاف پر قائم رہے اور دوسروں کو انصاف پر قائم رکھنے کے لیے کوشش کرے انصاف ایک ایسا اصول اور گر ہے جو معاشرے کے لیے سکون اور امن کا ضامن ہے اور جس معاشرے میں لوگوں کے حقوق دوسروں کی دست درازیوں سے محفوظ نہ ہوں وہ معاشرہ کسی صورت میں بھی پر سکون نہیں ہوسکتا ،گویا کہ قرآن پاک نے انصاف کا درس سے کر دوسرے لفظوں میں یہ درس دیا ہے کہ خود بھی دوسروں کے حقوق کی پاس داری کریں اور حقوق کی پامالی کرنے والوں کو بھی حقوق کے تحفظ پر مجبور کریں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یا یہا الذین امنوا کونوا قوٰمین بالقسط [3]

''اے ایمان والو !انصاف پر قائم رہو۔''

قرآن کریم کا اعلان عام ہے کہ اے وہ لوگو! جو خدائی حاکمیت کو تسلیم کر چکے ہو۔ نصاف پر قائم رہو اس خطاب میں ہر آدمی شامل ہے خواہ وہ حاکم ہو یا محکوم ،عدلیہ کا سربراہ ہو یا نظامیہ کا منتظم یا کوئی عام شہری ہو ہر ایک کو حکم ہے کہ انصاف پر قائم رہے، اب انصاف پر قائم ہنے کی حقیقت کیا ہے اس بارے میں مولانا محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں۔[4]

''عدل وانصاف کی حقیقت یہ ہے کہ ہر صاحب حق کو پورا ادا کیا جائے اس کے عموم ں اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی داخل ہیں اور سب قسم کے انسانی حقوق بھی ،اس لیے قیام بالقسط کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے اور یہ بھی داخل ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکا جائے مظلوم کی حمایت کی جائے اور یہ بھی داخل ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکنے اور مظلوم کا حق دلوانے کے لیے شہادت کی ضرورت پیش آئے تو شہادت سے گریز کیا جائے اور یہ بھی داخل ہے کہ شہادت

میں حق اور حقیقت کا اظہار کیا جائے خواہ کسی کے موافق پڑے یا مخالف۔ یہ بھی داخل ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں حکومت اور انتظام ہے جب دونوں فریقوں کا کوئی مقدمہ ان کے سامنے پیش ہو تو فریقین کے ساتھ برابری کا معاملہ کریں کسی ایک طرف کا میلان نہ ہونے دیں۔(۵)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دین اسلام کا اہم عنصر، اصل الاصول اور رکن رکین ہے اس کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے انبیاء کرام کے بعد یہ کام ملت اسلامیہ کو سونپا گیا ہے اور ہر فرد کو حکم دیا گیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس کے فرائض میں سے اہم ترین فریضہ ہے اور شریعت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر احتساب اور حسبہ کو بھی کہتے ہیں ،جیسا کہ مولانا سید متین ہاشمیؒ نے احتساب کے معنی کی توضیح کی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ" احتساب کے لغوی معنی اجر وثواب طلب کرنے ،حساب کرنے اور نہی عن المنکر کے ہیں جبکہ احتساب کے اصطلاحی معنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ہیں۔(۶)

نہی عن المنکر کے بارے میں اگر معمولی سوچ بچار کی جائے تو یہ کوئی مخفی حقیقت نہیں کہ اگر لوگوں کے حقوق غصب ہو رہے ہوں خواہ رعایا کے ہاتھوں، یا حکمرانوں کی طرف سے اور ان کے خلاف آواز نہ اٹھائی جائے تو وہ نہی عن المنکر سے روگردانی شمار نہ ہوں بلکہ یہ اسلام کے ایک اہم فریضہ سے پہلوتہی کے مترادف ہے۔قرآن کریم کا اعلان ہے:

وَالعصر ٥اِنّ الانسان لفی خسرٍ ٥اِلّا الذین امنوا وَعمِلو الصّالحات وَتواصو ا بالحق وتواصو ابالصّبر٥

"قسم ہے زمانہ کی کہ انسان ٹوٹے میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور بھلے کام کئے اور سچے دین کی تاکید کرتے رہے، اور آپس میں صبر کی تاکید کرتے رہے "۔

قرآنی احکام پر غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خسارے سے بچنے کے لیے صرف خود ایمان لانا اور نیک عمل کرنا کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی راہ حق پر لگانے کی کوشش

کرے اگر کوئی فرد انسانوں کے حقوق کی پامالی پر کمربستہ ہوتو مومن کا فریضہ ہے کہ دوسرے مسلمانوں کے حقوق کی پاسداری کرے بلکہ اگر حالات انتہائی درجہ نازک ہوں اور مسلمانوں کا ایک گروہ دوسرے مسلمانوں کے حقوق کی پرواہ نہ کرے اور ان کے خلاف بغاوت کردے تو قرآن کریم دوسرے مسلمانوں کوحکم دیتا ہے کہ مسلمانوں کے مال وجان غارت کرنے والوں کے خلاف تلوار اٹھائیں اور اس وقت تک ان کے ساتھ لڑیں جب تک وہ مسلمانوں کے حقوق کی پامالی سے باز نہ آجائیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو تسلیم نہ کریں۔

فَاِن بغت اِحْدَاھُما علی الاخریٰ فقاتِلو االتی تبغی حتیٰ تفیٓ اِلیٰ امر اللہ(۷)

''اگر ان میں سے ایک دوسرے پر چڑھا چلا جائے تو تم سب اس پر
چڑھائی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم پر آئے''۔

عوامی مسئولیت واحتساب صرف عوام ہی کے لیے نہیں بلکہ مملکت کے تمام عمال کو اس کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ اسلام اس بات کا ہرگز روادار نہیں کہ وہ حکومت کی ذمہ داریاں چند افراد کے ہاتھوں میں دیکر سارا کاروبارِ مملکت ان پر چھوڑ دے اور حکمرانوں کو کھلی اجازت دے دے کہ جو چاہیں کرتے رہیں بلکہ قرآن کریم ملت کے ہر فرد کو ریاستی امور میں دلچسپی لینے کا درس دیتا ہے اور یہ اس کا حق قرار دیتا ہے کہ امیر مملکت اور حکام کے اعمال کا جائزہ لے کہ جس کام کے لیے اس کو وکیل بنایا گیا ہے وہ اطمینان بخش طریقہ کے مطابق انجام دے رہا ہے یا نہیں'' (۸)

حکمرانوں سے پوچھ گچھ اور احتساب ملتِ اسلامیہ کے افراد کا صرف حق ہی نہیں بلکہ جیسا کہ واضح کیا جاچکا ہے کہ نہی عن المنکر کے حکم کے تحت ہر فرد کا دینی فریضہ ہے دنیا میں سرور کائناتﷺ کی ذات مبارک سے کس کا مقام اعلیٰ وارفع ہوسکتا ہے جب کہ خود حضورﷺ نے اپنے آپ کو عوامی احتساب سے مبرا اور آزاد نہیں سمجھتے تھے۔

غزوہ بدر میں آپﷺ ایک تیر سے مجاہدین کی صفیں سیدھی کررہے تھے، سواد بن غزیہؓ صف سے کچھ الگ تھے آپﷺ نے چوکا دے کر فرمایا۔ سواد برابر کھڑے ہوجاؤ سوادؓ نے کہا یا

رسول اللہ آپ ﷺ نے مجھے تکلیف دی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حق وانصاف کے لیے مبعوث کیا ہے پس اجازت دیجئے کہ میں آپ ﷺ سے بدلہ لوں رسول اللہ ﷺ نے فوراً بطن مبارک کھول دیا اور فرمایا سوادؓ ضرور بدلہ لو، سوادؓ فوراً آپ ﷺ کے گلے سے چمٹ گئے اور بطن مبارک کو چوم لیا۔(۹)

خلفائے راشدین خصوصاً ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے خطبات شاہد ہیں کہ وہ لوگوں کو اس بات کی تلقین کرتے ہیں کہ اگر وہ کجروی اختیار کریں تو ان کو سیدھا کریں دراصل خطبات میں لوگوں کو اس بات کی تلقین کرنے کا مقصد محض یہ تھا کہ وہ لوگوں کو بتانا چاہتے تھے کہ سربراہ مملکت کو سیدھا رکھنا ان کے فرائض میں شامل ہے اس لیے وہ ہر وقت اسے احتسابی نظروں سے دیکھتے رہیں کہ وہ کہیں سیدھی راہ سے بھٹک تو نہیں گیا ہے، اور اگر حکمران غلط طریقہ اختیار کرے تو اس سے پوچھ گچھ کریں انہیں بخوبی علم تھا کہ اقتدار کا نشہ صاحب اقتدار کو گمراہ کرسکتا ہے اس لیے اسے راہ راست پر قائم رکھنے کے لیے عوامی مسئولیت واحتساب کی موجودگی نہایت ضروری ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ جب خلیفہ ہوئے تو اپنے اولین خطبہ میں فرمایا کہ ''اگر میں اپنے فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دوں تو میری مدد کرنا اور اگر کجروی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کردینا''(۱۰)

حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ ''میں بذات خود حق وصداقت کو سمجھوں گا اور اس کے لیے پیش قدمی کروں گا اور اپنا معاملہ تمہارے سامنے پیش کروں گا تاہم جس کو کوئی ضرورت درپیش ہو یا اس پر ظلم ہوا ہو، ہمارے برخلاف اسے کوئی شکایت ہو تو وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے کیونکہ میں بھی تمہارے جیسا انسان ہوں''(۱۱)

خلاصہ کلام یہ کہ عوامی مسئولیت واحتساب کا تصور بنیادی حقوق انسانی کا ایک زبردست محافظ ہے عوامی مسئولیت واحتساب کے ہوتے ہوئے حکمرانوں کو رعایا کے حقوق پامال کرنے کی جسارت ہوتی ہے اور نہ عوام کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنی نجی زندگی کو دائرہ احتساب سے خارج کرکے اپنے آپ کو بھی تباہ کردیں اور دوسروں کو بھی لے ڈوبیں اور اس طرح وہ حقوق پر دست درازیوں کا دروازہ کھلا رکھیں۔

مسئولیت واحتساب بذریعہ عدالت

عام مشاہدے میں یہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ بعض لوگ طاقت اور اثر ورسوخ کے نشے میں مخمور ہوکر دوسروں کے حقوق غصب کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے اور عوامی مسئولیت واحتساب کو بھی طاقت اور اثر ورسوخ کے بل بوتے پر بے اثر کر دیتے ہیں خصوصاً اقتدار کا نشہ عوامی مسئولیت واحتساب کو خاطر میں نہیں لاتا، قرآن کریم نے اس غرض کے لیے ایک ایسی عدلیہ کی تشکیل کا انتظام کیا ہے جو دستورِ الٰہی کے قوانین پر فیصلہ کرنے کی بناء پر ہر خاص وعام کے لیے یکساں سلوک وفیصلہ کرنے کی بناء پر ہر خاص وعام کے لیے یکساں سلوک وفیصلہ کرنے کی پابند ہے اور عدلیہ کی اس حیثیت کی بناء پر ایک معمولی شہری اور غریب فرد بھی طاقتور سے اپنا حق بذریعہ عدلیہ وصول کر سکتا ہے یہاں تک کہ امیر مملکت کو عدلیہ کے مقابلہ میں کوئی تحفظ حاصل نہیں امیر وغریب، حاکم ومحکوم، طاقتور اور کمزور سب کے سب عدلیہ کے لیے برابر ہیں قرآن کریم کا اعلان ہے۔

وَاِن حَکمتَ فَاحْکُم بینھم بالقسط (۱۲)

''اور اگر تو فیصلہ کرے تو ان میں انصاف سے فیصلہ کر۔''

آیت کریمہ میں اگرچہ خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے لیکن حکم عام ہونے کی بناء پر ہر صاحب فیصلہ اس میں شامل ہے عدلیہ کا ہر ممبر یعنی جج اور چیف جسٹس ہر ایک کو پابند کر دیا گیا ہے جب آپ کے پاس مقدمہ آئے تو کوئی چیز آپ کے لیے انصاف کی راہ میں حائل نہیں ہونی چاہیے تاکہ کسی کا حق غارت نہ ہو قرآن پاک عدلیہ کو اس امر کا بھی پابند بناتا ہے کہ وہ دستورِ الٰہی کے مطابق فیصلہ کرے کیونکہ اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کرنے کا اسے ہرگز اختیار حاصل نہیں اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کرنا راہ حق سے انحراف کی طرف لے جاتا ہے۔

فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھویٰ فیضلک عن سبیل اللہ ۱۳

''سو لوگوں میں انصاف سے فیصلہ کر، اپنے نفس کی خواہش پر نہ چل ورنہ

وہ تجھ کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکا دے گا"

بعض حالات میں یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان فیصلہ کرتے وقت اپنی خواہش کی پابندی تو نہیں کرتا لیکن دوسروں کی خواہشات کی پابندی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جو ایک انسانی کمزوری ہے قرآن کریم نے جس طرح اپنی خواہشات کی پیروی کرنے کو فیصلہ کرنے میں ناجائز اور نامناسب قرار دیا ہے اسی طرح دوسروں کے خواہ کسی پایہ کے لوگ کیوں نہ ہوں خواہشات کی پیروی کرنا بھی ممنوع اور ناجائز قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فاحکم بینهم بما انزل الله و لا تتبع اهوآهم عما جآءَ ک مِن الحق ۔ ۱۴

"سو تو ان میں اس کے موافق جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے حکم کر اور سیدھا راستہ جو تیرے پاس آیا چھوڑ کر ان کی خوشی پر مت چل"

بعض اوقات بلکہ اکثر ایک انسان کی ناپسندیدگی اور دشمنی فیصلہ کرنے والے کو راہ حق سے ہٹا دیتی ہے ناراضگی اور دشمنی کی بناء پر اس کے خلاف فیصلہ کر دیتا ہے اور فریق مخالف کی طرف داری کر دیتا ہے اگرچہ فریق مخالف ظالم کیوں نہ ہو اس صورت میں عدل کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مظلوم کے ساتھ دشمنی کی بنا پر ناانصافی کرنا اور اس کے حقوق غصب کرنے کی کوشش کو قرآن کریم نے ممنوع قرار دیا ہے حقدار کو اپنا حق پہنچانا چاہیے، خواہ وہ دشمن کیوں نہ ہو ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وَلا یجرمنکم شَنانُ قومٍ علیٰ الا تعدلو اِعدلو هو اقرب للتقویٰ (۱۵)

"اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑ و، عدل کرو، یہی بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے"

قرآن کریم کے احکامات کی موجودگی میں اسلامی ریاست کی عدلیہ اس امر کی پابند ہے کہ وہ کسی صورت میں بھی عدل وانصاف سے نہ ہٹے فیصلہ اگرچہ بڑے سے بڑے جاگیردار، سرمایہ دار اثر رسوخ والے کے خلاف کیوں نہ جاتا ہو یہاں تک کہ امیر مملکت کے خلاف بھی ایک شہری مقدمہ دائر کر

سکتا ہے۔اور عدلیہ ایک عام شہری کی طرح امیر کو بھی عدالت میں طلب کر سکتی ہے اور اس کے خلاف مقدمہ چلایا جا سکتا ہے اسلامی تاریخ نے عملی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ عدلیہ کے سامنے مملکت کا ہر فرد خواہ وہ امیر ہو یا غریب ۔حاکم ہو یا محکوم طرح بے بس ہے نمونہ کے طور پر چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بنی مخذوم ایک زور آور قبیلہ تھا اس سے تعلق رکھنے والی عورت فاطمہ نے چوری کی بنی مخدوم کو یہ بات بڑی ناگوار تھی کہ ہم شرفاء ہیں اور اتنے بڑے خاندان کی ایک خاتون کا ہاتھ کاٹا پڑے تو عار کی بات ہوگی سب پریشان تھے سفارش کے درپے ہوئے آخر کار حضور اکرم ﷺ کے خادم خاص حضرت زیدؓ کے صاحبزادے حضرت اسامہؓ کو سفارش کے لیے راضی کیا حضرت اسامہؓ کی بات سنتے ہی حضور اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہوگیا اور فرمایا:أفی حدّمن حدود الله . ''کیا خدائی حدود میں،عدالتی فیصلوں میں سفارش''

پھر فرمایا کہ پچھلے لوگ بھی اسی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے کہ وہ اپنے کو بچاتے تھے اور صرف ضعفاء اور غریبوں پر حدود قائم کرتے تھے کسی شان وشوکت والے خاندان اور قبیلے والے کو جرم کرنے پر معاف کر دیا جاتا تھا پھر یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا:۔

و الله لو انّ فاطمة بنت محمدٍ استرقت لقطعت يدها

''یہ تو بنی مخدوم کی فاطمہ ہے خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ سے چوری کی غلطی سرزد ہو جاتی،تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔''(۱۶)

حضرت علیؓ کے دور خلافت کا واقعہ ہے کہ انھوں نے ایک یہودی کو دیکھا کہ وہ حضرت علیؓ کی زرہ فروخت کر رہا ہے،آپؓ نے یہودی سے کہا کہ یہ زرہ میری ہے انکار پر فیصلہ قاضی شریح کی عدالت میں پیش ہوا قاضی سے حضرت علیؓ نے فرمایا۔کہ یہ زرہ میری ہے جو میں نے کسی کو ہبہ کی ہے اور نہ فروخت کی ہے قاضی شریح نے یہودی سے پوچھا تم اس بارے میں کیا کہتے ہو اس نے کہا یقیناً یہ زرہ میری ہے گو کہ میں امیر المومنین کو جھوٹا نہیں کہتا اس پر قاضی نے حضرت علیؓ کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا آپ کے پاس گواہ ہے؟ گواہ نہ ہونے کی بنا پر قاضی نے فیصلہ حضرت علیؓ

کے خلاف اور یہودی کے حق میں دے دیا۔(۱۷)

ان نظائر سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن پاک اس قسم کی عدلیہ کی تشکیل کرتا ہے جس میں ایک عام آدمی مقدمہ دائر کر کے حکومت کے بڑے سے بڑے عہدیدار کو ملزم کے مقام پر کھڑا کر سکتا ہے اور ان سے اپنا حق بذریعہ عدالت وصول کر سکتا ہے عدلیہ کا یہ اختیار کہ وہ بڑے سے بڑے آدمی کو طلب کر سکتی ہے اور اس کو مسئول ٹھہراتی ہے اور یوں حقوق انسانی کے تحفظ کے لیے ایک زبردست محافظ کا کام سرانجام دیتی ہے اور ایک موثر محتسب کا کام دے کر لوگوں کے حقوق معرض خطر میں پڑنے نہیں دیتی۔

مسئولیت اور احتساب آخرت

جو شخص اپنی بے بصری کی بدولت یہ سمجھتا ہو کہ موت ہی زندگی کا اختتام ہے تو اس کے لیے تصور حاکمیت الٰہی، اقتدار کا نیابتی اور امانتی تصور، دستور الٰہی، خوف خداوندی جو حقوق انسانی کے لیے بہترین محرکات ہیں سب کے سب بے معنی اور بے اثر ہو جاتے ہیں اور عوامی مسئولیت و احتساب سے بھی کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو بچالیتا ہے قرآن پاک نے آخرت کی مسئولیت و احتساب کا تصور انسانیت کو دیگر حقوق انسانی کے تحفظ کے دوسرے محرکات کو بھی قوی سے قوی کر دیا ہے اور خود بھی ایک زبردست محافظ کی حیثیت سے ہر وقت انسانوں کے ذہن و اعصاب پر قبضہ جمائے رکھتا ہے کیوں کہ یہ ظاہر ہے کہ جب تک یہ ڈر نہ ہو کہ مر کر پھر زندہ ہونا ہے اور آخرت میں اپنے اعمال کا حساب دینا ہے تو دوسروں کے حقوق کی پامالی سے انسان کیونکہ باز رہ سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور عقل و ارادہ سے دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز کر دیا ہے اسی ارادہ و اختیار کی بنا پر انسان اپنے فعل و عمل پر مسئول بھی ہوگا قرآن پاک نے اسی آخرت کی مسئولیت و احتساب کو ذہن نشین کرانے کے مختلف طریقے استعمال کئے ہیں۔

ولو شآء اللہ لجعلکم امۃً واحدۃً ولکن یضل من یشآء
وَیھدی من یشآء ولَتُسئلن عما کنتم تعلمون

''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی فرقہ کر دیتا لیکن راہ بھلاتا ہے

جس کو چاہے اور سمجھاتا ہے جس کو چاہے اور تم سے پوچھ ہو گی جو کام تم
کرتے ہو“ (۱۸)

قرآنی تصریحات سے واضح ہوتا کہ قیامت کے روز ہر انسان سے اس کے عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا اور اپنے ہر فعل کا حساب انسان کو دینا پڑے گا جو انسان یہ خیال کرتا ہے کہ قیامت کے روز کوئی پوچھ گچھ نہ ہو گی یہ اسکی خام خیالی ہے قرآن کریم نے اس خام خیالی کو ناممکن قرار دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ایحسب الانسان ان یترک سدیً (۲۰)

”کیا انسان یہ خیال رکھتا ہے کہ تو بے قید چھوٹا رہے گا“

حساب وکتاب کے لیے ضروری ہے کہ انسانی زندگی کے تمام اعمال وافعال حساب وکتاب کے دوران آشکارا ہوں کوئی گوشۂ زندگی مخفی نہ ہو کیونکہ اگر کوئی عمل پوشیدہ ہو تو حساب وکتاب صحیح معنوں میں ممکن نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے تمام اعمال کو ریکارڈ کرنے کا انتظام فرما دیا ہے۔

وانَّ علیکم لحافظین ۝ کراماً کاتبین ۝ یعلمون ما تفعلون ۔ ۲۱

”اور تم پر نگہبان مقرر ہیں عزت والے، عمل لکھنے والے، تم جو کچھ کرتے ہو
اسے جانتے ہیں“

مایلفظ من قول الالدیہ رقیب عتیدٌ ۔ ۲۲

”کچھ بات نہیں بولتا، مگر اس کے پاس ہی ایک راہ دیکھنے والا تیار ہوتا ہے“

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں مجازی بادشاہوں کی گرفت سے بعض زور آور اور بااثر مجرم دولت یا سفارش کے بل بوتے پر قانونی گرفت سے چھٹکارا حاصل کر لیتے ہیں اب اگر کوئی ناسمجھ اپنی نادانی کی بناء پر یہ سمجھے کہ میں معزز و مشرف ہوں اس لیے خداوند کریم مجھے آخرت کی باز پرس سے آزاد کر لے گا جیسا کہ یہود کہا کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ ہمیں سوائے چند دنوں کے دوزخ کے عذاب میں مبتلا نہیں کریں گے وہ چند دن بھی

بچھڑے کی عبادت کی بناء پر ہوں گے ورنہ دوسرے اعمال کی بناء پر وہ اپنے آپ کو آخرت کی مسئولیت واحتساب سے بری سمجھتے ہیں اور غیر یہودیوں کے حقوق غصب کرنا وہ اپنے لیے حلال سمجھتے ہیں قرآن پاک نے یہودیوں کی خام خیالی کو اس انداز میں بیان کیا ہے۔

وَقالت الیهود لیست النصٰری نحن ابنئو االله و احبّآءُ ہٗ ۲۳

''یہود اور انصاری کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور پیارے ہیں۔''

وَقالو لن تمسنا النار الا ایاماً معدودة ۲۴

''اور کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہم کو ہرگز نہ لگے گی مگر گنے چنے چند روز۔''

وَقالو الیس علینا فی الامیّن سبیل ۲۵

''انہوں نے کہا ہم پر امی لوگوں (غیر یہودیوں) حق لینے میں کچھ گناہ نہیں''

قرآن پاک نے یہود ونصاریٰ اور ان جیسے ذہن رکھنے والوں کے لیے یہ واضح اعلان کیا ہے کہ آخرت کی مسئولیت واحتساب کے لیے انسان کے اپنے اعمال ہی کام آئیں گے نہ کسی کو مال بچائے گا نہ دولت نہ سفارش چلے گی اور نہ کثرت اولاد یعنی افرادی قوت آخرت کی مسئولیت واحتساب سے اسے بچا سکتی ہے جن باغیانہ ذہن رکھنے والوں کا یہ خیال ہو کہ ہم اس دنیا میں طاقت اور اثر والے ہیں آخرت میں بھی طاقت اور اثر والے ہوں گے انسانی حقوق کو غصب کرتے اور پامال کرنے پر آخرت کی مسئولیت واحتساب کو طاقت (اثر ورسوخ) افرادی قوت یا عزت وتکریم کی بنا پر ناکارہ بنا دیں گے وہ اپنے خیالی خوابوں کی دنیا میں بستے ہیں کیونکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے وہاں نہ کسی سرکردہ شخص کی سفارش چلے گی اور نہ مال ودولت اور رشوت کی بناء پر کوئی آخرت کی مسئولیت واحتساب سے بچ سکتا ہے۔

یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئاً ولا یقبل منها شفاعة ولا یو خذ منها عدل ولا هم ینصرون ۲۶

''اس دن کوئی شخص کسی کے کام نہ آئے گا اور نہ اس کی طرف سے سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس کی طرف سے بدلہ لیا جائے گا اور نہ ان کو مدد پہنچے گی۔''

قرآن پاک نے جگہ جگہ پر اس امر کو لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے کہ انسانوں کی زندگی

اس دنیا میں عارضی ہے یہاں دائمی قیام نہیں، اس لیے اس کی رنگینیوں میں حقیقی زندگی سے غفلت میں نہ پڑیں یہ زندگی چند روزہ اور مقام امتحان اصلی اور حقیقی زندگی اس عارضی زندگی کے بعد ہوگی جس کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار اس عارضی زندگی کے اعمال وافعال پر ہوگا قرآنی اعلان یہ ہے۔

وستردون الیٰ عالم الغیب والشھادۃ ۲۷

''اور تم جلد اس کے پاس جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں سے واقف ہے لوٹائے جاؤ گے''

انّ الینا ایابھم . ثم انّ علینا حسابھم ۲۸

''بیشک ان کو ہمارے پاس پھر کر آنا ہے اور پھر ہمارے ذمہ ان سے (ان کے اعمال کا) حساب لینا ہے''

آخرت کے بارے میں قرآنی ہدایات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہنا ذرا بھی محال نظر نہیں آتا کہ آخرت کی مسئولیت واحتساب ایک ایسا زبردست انقلابی نظریہ ہے کہ انسان کو کسی صورت میں نافرمانی کی طرف جانے کی اجازت نہیں دیتا آخرت کی جوابدہی کا احساس ایک ایسا داخلی محتسب ہے جو ہر وقت انسان کے ذہن وقلب میں جاگزیں رہتا ہے اس کے ہوتے ہوئے انسان کسی خفیہ مقام پر انتہائی علیحدگی میں بھی جہاں کوئی بھی نہ ہو نافرمانی کی جرأت نہیں کرسکتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میرے تمام خفیہ اور اعلانیہ اعمال وحرکات پوشیدہ نہیں رہ سکتے بلکہ ان کو ریکارڈ کیا جاتا ہے معاشرے کے افراد میں اس زبردست اور طاقتور داخلی محتسب کے ہوتے ہوئے حقوق انسانی کی پامالی اور غصب کا خطرہ درپیش نہیں ہوسکتا، اور اس آخرت کی مسئولیت واحتساب کے احساس ہی کا نتیجہ تھا کہ جب حضرت عمرؓ کے زمانے میں رات کی تاریکی میں اور گھر کی چاردیواری میں ایک نوجوان لڑکی کو والدہ نے فہمائش کی کہ دودھ میں پانی ملادیں تو لڑکی نے کہا کہ امیر المومنین کا حکم ہے کہ کوئی دودھ میں پانی نہ ملائے ماں جو کہ خارجی احتساب سے اپنے آپ کو تاریکی اور گھر کی چاردیواری کی وجہ سے محفوظ سمجھی تھی، نے کہا کہ اس فعل کا عمرؓ کو کیا علم ہوسکتا ہے وہ تو اس وقت اس مقام پر نہیں دیکھ رہا ہے بیٹی جس کا دل آخرت کی مسئولیت واحتساب سے معمور تھا جواب دیتی

ہے اگر امیر المومنین نہیں دیکھ رہا ہے تو اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے(۲۹)اور دودھ میں پانی نہیں ملانے دیتا اور اسی آخرت کی جوابدہی کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں پورے دو سال عہدہ قضاء پر معمور رہے مگران کی عدالت میں کوئی بھی ایک مقدمہ پیش نہ ہوا۔ کیونکہ معاشرے کا ہر فرد چاہے مقام کا تھا اپنے فرائض خوش اسلوبی اور عمدہ طریقے سے ادا کر رہا تھا تو حقوق کا سرے سے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوا کہ عمرؓ کی عدالت میں جاتا ،خلاصہ کلام یہ کہ قرآنی نظام مسئولیت واحتساب حقوق انسانی کے تحفظ کے لیے ایک زبردست ومؤثر قوت نافذہ ہے اور ایک ایسا محافظ ہے کہ اگر انسانی معاشرے میں اس محرک کو اجاگر کیا جائے تو انسانی معاشرہ امن وسکون کی نعمت سے مالا مال ہوسکتا ہے اور ہر انسان کے حقوق کو غاصبوں کے ہاتھوں سے محفوظ کیا جاسکتا ہے۔

المراجع والمصادر

۱۔ القرآن الکریم ،سورۃ النحل ۱۶ : ۹۳

۲۔ القرآن الکریم سورۃ الاسراء ۱۷ : ۳۶

۳۔ القرآن الکریم سورۃ النساء ۴ : ۱۳۵

۴۔ مولانا محمد شفیع ،معارف القرآن ج۲ص ۵،۵(ادارۃ المعارف کراچی)۱۹۷۹ء

۵۔ سید محمد متین ہاشمی ،اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ مع اسلام کا نظام احتساب ،ص ۸۰(مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور)

۶۔ القرآن الکریم ،سورۃ العصر ۱۰۲ :۱ تا ۳

۷۔ القرآن الکریم ،سورۃ الحجرات ۴۹ : ۹

۸۔ عبدالکریم زیدان ،الفرد والدولہ فی شریعہ اسلامیہ ص ۴۸ (اتحاد العالم الاسلامی للمنظمات الطلابیہ

۹۔ ابوالفداء اسماعیل بن عمر ،ابن کثیر ،البدایہ والنہایہ ج ۳ص ۱۷۲(دار السعادۃ قاہرہ)۱۹۳۹ء

۱۰۔ محمد بن جریر طبری مترجم محمد ابراہیم تاریخ طبری ج اص ۵۳۸،۵۳۹(نفیس اکیڈمی کراچی) اشاعت پنجم

۱۱۔ ایضا ج ۳ ص ۲۵۶

۱۲۔ القرآن الکریم، سورۃ المائدہ ۵ :۴۲

۱۳۔ القرآن الکریم سورۃ ص ۳۸ : ۲۶

۱۴۔ القرآن الکریم سورۃ المائدہ ۵۷ : ۴۸۔ ۱۵۔ ایضا : ۸

۱۶۔ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب ذکر اسامہ بن ز

۱۷۔ ابن اثیر الکامل فی التاریخ ج ۳ص ۱۰ (دارصادر بیروت) ۱۹۶۵ء

۱۸۔ القرآن الکریم، سورۃ النحل ۱۶ :۹۳

۱۹۔ القرآن الکریم، سورۃ الاسراء ۱۷ : ۳۶

۲۰۔ القرآن الکریم، سورۃ القیامہ ۷۵ : ۲۶

۲۱۔ القرآن الکریم، سورۃ الانفطار ۸۲ :۱۰تا

۲۲۔ القرآن الکریم، سورۃ ق ۵۰ : ۱۸

۲۳۔ القرآن الکریم، سورۃ المائدہ ۵ : ۸

۲۴۔ القرآن الکریم، سورۃ البقرہ ۲ : ۸۰

۲۵۔ القرآن الکریم، سورۃ العمران ۳ :۷۵

۲۶۔ القرآن الکریم، سورۃ البقرہ ۲ : ۴۸

۲۷۔ القرآن الکریم، سورۃ التوبہ ۹ : ۱۰۵

۲۸۔ القرآن الکریم، سورۃ الغاشیہ ۸۸ : ۲۵ :۲۶

۲۹۔ محمد بن جریر طبری مترجم محمد ابراہیم، تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۵۱